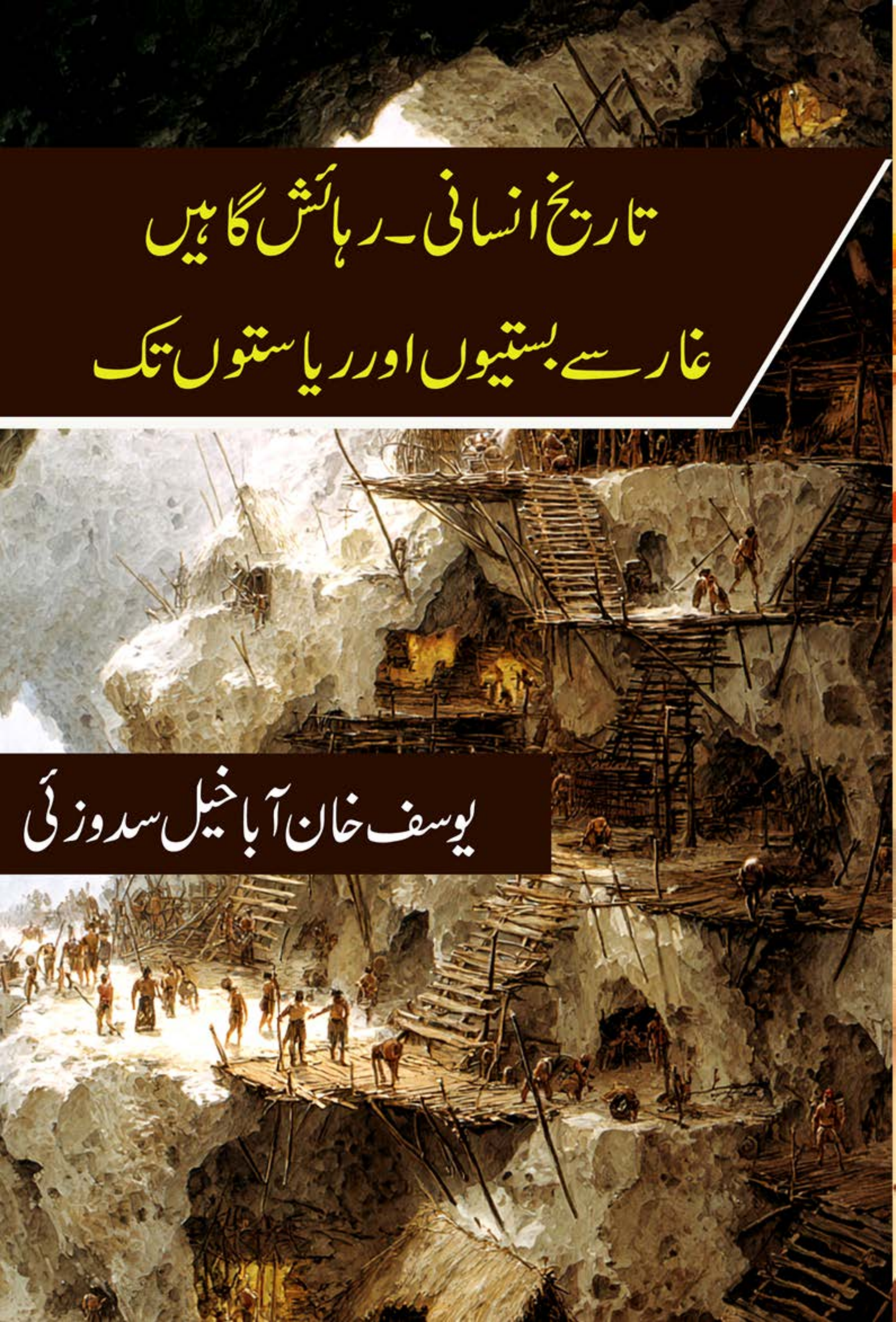

تاریخ انسانی ۔ رہائش گاہیں

غار سے بستیوں اور ریاستوں تک

یوسف خان آباخیل سدوزئی

تاریخ انسانی رہائشگاہیں
غار سے بستیوں
اور ریاستوں تک

غار، بستی اور ریاست: انسانی تہذیب کا فکری سفر

مصنف: یوسف خان آباخیل سدوزئی

تاریخ انسانی رہائش گاھیں

غار سے بستیوں اور ریاستوں تک

جملہ حقوق بہ حق مصنف محفوظ ہیں

مصنف ------- یوسف خان آباخیل سدوزئی

ناشر ------- یوسف خان

قیمت ------- 500روپے

ٹائٹل ------- منیب افتخار

ڈیزائننگ ------- شاکر ظہیر

اشاعت اول ------- جنوری 2026

رابطہ نمبر

00966-582098106

Email:yousafkhanabakhelsadozai@gmail.com

انتساب

یہ کتاب میرے دادا ابو سردار شیر باز خان آبا خیل سدوزئی کے نام جن کی بصیرت اور محبت نے مجھے تاریخ کی گہرائیوں میں روشنی عطا کی۔

جن کے ہاتھوں میں محفوظ سدھنوتی کے قدیم رجسٹر نے مجھے اپنی جڑوں، تہذیب اور ماضی کے فکری سفر کو سمجھنے کا انمول موقع بخشا۔

یہ انتساب ان کی علم دوستی، صبر و رہنمائی اور تاریخی شعور کے نام ہے۔

فہرست

1	مصنف کا نوٹ		5
2	پیش لفظ		7
3	دیباچہ/فکری اور نظریاتی بنیاد		9
4	مقدمہ		13
5	باب اوّل	: ابتدائی انسان اور رہائش کی تلاش	16
6	باب دوم	: مستقل رہائش کی ابتدا	20
7	باب سوم	: خاندان، قبیلہ اور سماجی تشکیل	24
8	باب چہارم	: سماجی تقسیم اور قیادت کا آغاز	28
9	باب پنجم	: رسم، روایت اور ابتدائی قانون	32
10	باب ششم	: شہر کا ظہور	35
11	باب ہفتم	: ریاست کا مفہوم اور ضرورت	38
12	باب ہشتم	: طاقت، اقتدار اور حکمرانی	42
13	باب نہم	: تہذیب کے ثمرات اور مسائل	45
14	باب دہم	: جدید ریاست اور قدیم بستی کا تقابل	49
15	اختتامیہ	: انسان، ریاست اور مستقبل	53
16	حوالہ جات ماخذ کتاب		55

مصنف کا نوٹ

یہ کتاب کسی حادثاتی خیال یا وقتی جذبے کا نتیجہ نہیں، بلکہ ایک طویل فکری اضطراب کا حاصل ہے۔ میں نے اپنے گرد و پیش کے سماج، ریاست اور انسان کے باہمی تعلق کو دیکھتے ہوئے بارہا یہ سوال محسوس کیا کہ ہم جس ریاستی اور سماجی ڈھانچے میں زندہ ہیں، وہ کیسے وجود میں آیا؟ کیا یہ محض طاقت کا نتیجہ ہے، یا انسانی ضرورت اور اجتماعی شعور کی پیداوار؟

اردو زبان میں تاریخ، سماج اور ریاست پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر انسانی رہائش کے ارتقائی سفر — غار سے بستی، بستی سے شہر اور شہر سے ریاست تک — کو ایک مربوط فکری تسلسل کے ساتھ کم ہی دیکھا گیا ہے۔ یہی خلا اس کتاب کے لکھنے کا بنیادی محرک بنا۔

یہ کتاب کسی خاص نظریے، سیاسی موقف یا ریاستی ماڈل کی تبلیغ نہیں کرتی۔ نہ یہ ریاست کو مکمل نجات دہندہ قرار دیتی ہے اور نہ اسے محض جبر کا آلہ سمجھتی ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ قاری انسانی سماج کے اس طویل ارتقائی

سفر کو سمجھے جس کے نتیجے میں آج کا اجتماعی نظام وجود میں آیا۔

یہ تصنیف ان قارئین کے لیے ہے جو تاریخ کو محض واقعات کی فہرست نہیں بلکہ ایک زندہ فکری عمل کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں؛ جو یہ سوال کرنے کی جرات رکھتے ہیں کہ اجتماع، قانون اور اقتدار انسان کی ضرورت کیسے بنے، اور یہ ضرورت کب قید میں بدل جاتی ہے۔

اگر یہ کتاب قاری کو اپنے سماج، اپنی ریاست اور اپنی ذاتی حیثیت پر نئے سوالات اٹھانے پر مجبور کر دے، تو میں اسے اپنی فکری محنت کا سب سے بڑا ثمر سمجھوں گا۔

—یوسف خان آباخیل سدوزئی

پیش لفظ

انسان محض ایک حیاتیاتی وجود نہیں بلکہ ایک سماجی حقیقت ہے۔اس کی تاریخ صرف ہڈیوں، اوزاروں اور کھنڈرات کی داستان نہیں بلکہ احساس، ضرورت، خوف، امید اور اجتماعی شعور کی کہانی بھی ہے۔انسان نے جب آنکھ کھولی تو وہ فطرت کے بے رحم دامن میں تنہا تھا؛ موسموں کی سختی، درندوں کا خوف اور بقا کی جدوجہد اس کا مقدر تھی۔اسی جدوجہد نے اسے سوچنے پر مجبور کیا، اور اسی سوچ نے اسے تنہائی سے اجتماع، اور اجتماع سے تہذیب تک پہنچایا۔

یہ کتاب'' تاریخ انسانی رہائشگاہیں غار سے بستیوں اور ریاستوں تک''دراصل اسی طویل انسانی سفر کا مطالعہ ہے۔ یہ سفر غاروں اور عارضی ٹھکانوں سے شروع ہو کر بستیوں، شہروں اور بالآخر ریاستوں کی تشکیل تک پھیلا ہوا ہے۔اس کتاب میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان نے مستقل رہائش کیوں اختیار کی؟ بستیوں نے کس طرح سماجی رشتوں کو جنم دیا؟ قیادت، قانون اور نظم کی ضرورت کیسے پیدا ہوئی؟ اور ریاست کا تصور کن فکری، معاشرتی اور تاریخی مراحل سے گزر کر ہمارے سامنے آیا۔

اس کتاب کا مقصد محض تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ قاری کو سوچنے پر آمادہ کرنا ہے۔ یہ سوال اٹھانا کہ کیا ریاست انسان کی ضرورت تھی یا انسان کو ریاست کے سانچے میں ڈھال دیا گیا؟ کیا تہذیب نے انسان کو تحفظ دیا یا اس کی فطری آزادی سلب کر لی؟ اور جدید دور میں، جہاں ریاست اپنی طاقت کے عروج پر ہے، کیا انسان واقعی پہلے سے زیادہ محفوظ اور بااختیار ہے؟

زیرِ نظر کتاب میں تاریخ، بشریات، سماجیات اور سیاسی فکر کو ایک مربوط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ قاری کو انسانی سماج کے ارتقا کی ایک جامع تصویر مل سکے۔ زبان کو دانستہ طور پر سادہ اور رواں رکھا گیا ہے، تاکہ یہ تحریر صرف اہلِ علم تک محدود نہ رہے بلکہ ہر سنجیدہ قاری اس سے استفادہ کر سکے۔

یہ کتاب کسی حتمی سچ کا دعویٰ نہیں کرتی بلکہ ایک فکری مکالمہ ہے— مصنف اور قاری کے درمیان، ماضی اور حال کے درمیان، اور انسان اور ریاست کے تعلق کے درمیان۔ اگر یہ تحریر قاری کو اپنے گرد و پیش، اپنے سماج اور اپنی ریاست کو نئے زاویے سے دیکھنے پر مجبور کر دے تو یہی اس کا اصل مقصد ہوگا۔ اللہ کرے کہ یہ کاوش علم کے سفر میں ایک چھوٹا سا مگر بامعنی قدم ثابت ہو۔

— مصنف یوسف خان آبا خیل سدوزئی

دیباچہ
(فکری اور نظریاتی بنیاد)

انسانی تاریخ کو اگر محض واقعات، تاریخوں اور سلطنتوں کی فہرست سمجھا جائے تو یہ ایک ادھوری تعبیر ہوگی۔ درحقیقت انسانی تاریخ ایک فکری ارتقا ہے—ایسا ارتقا جو انسان کی ضروریات، خوف، اجتماعی شعور اور طاقت کے تصورات کے ساتھ مسلسل تبدیل ہوتا رہا ہے۔

یہ کتاب اسی فکری ارتقا کو بنیاد بنا کر انسانی رہائشگاہوں کے سفر کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے۔

انسان جب تک فطرت کے سامنے بے بس اور تنہا تھا، اس کی زندگی بقا کی جدوجہد تک محدود رہی۔ لیکن جیسے ہی اس نے اجتماع کو اختیار کیا، اس کی زندگی میں ایک نیا سوال پیدا ہوا: ہم ایک ساتھ کیسے رہیں؟

یہ سوال ہی دراصل سماج، قانون، قیادت اور بالآخر ریاست کے تصور کی بنیاد بنا۔

اس دیباچے میں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ کتاب کسی ایک

نظریے یا مکتبِ فکر کی نمائندہ نہیں۔ اس میں تاریخ کو جبرِ طاقت کے نقطہ نظر سے بھی دیکھا گیا ہے اور اجتماعی ضرورت کے زاویے سے بھی۔ کہیں ریاست کو تحفظ کی علامت سمجھا گیا ہے اور کہیں آزادی پر قدغن کے طور پر۔ اس تنوع کا مقصد قاری کو کسی ایک نتیجے تک پہنچانا نہیں بلکہ اسے سوچ کے کئی دروازے دکھانا ہے۔

فکری بنیاد

اس کتاب کی فکری بنیاد تین بڑے تصورات پر قائم ہے:

انسان بطور سماجی وجود

انسان فطری طور پر تنہا نہیں رہ سکتا۔ اس کی نفسیات، زبان، اخلاق اور بقا— سب اجتماع سے جڑے ہیں۔ بستی کا قیام محض سہولت نہیں بلکہ انسانی فطرت کا اظہار ہے۔

ضرورت سے اقتدار تک کا سفر

ابتدائی اجتماع ضرورت کے تحت وجود میں آیا، مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہی ضرورت اقتدار میں تبدیل ہوگئی۔ قیادت، قانون اور ریاست— یہ سب ضرورت اور طاقت کے امتزاج سے وجود میں آئے۔

تہذیب: تحفظ بھی، قید بھی

تہذیب نے انسان کو تحفظ، علم اور ترقی دی، مگر اس کے بدلے اس سے آزادی، برابری اور فطری سادگی بھی چھینی۔ یہ کتاب اسی تضاد کو سمجھنے کی کوشش ہے۔

نظریاتی زاویہ

نظریاتی طور پر یہ کتاب:

تاریخ کو خطی (Linear) نہیں بلکہ تدریجی اور متصادم عمل کے طور پر دیکھتی ہے۔

ریاست کو نہ مکمل خیر اور نہ مکمل شر قرار دیتی ہے۔

انسان اور اقتدار کے تعلق کو سوال کے طور پر پیش کرتی ہے، جواب کے طور پر نہیں۔

یہاں ابنِ خلدون کے تصورِ عصبیت، جدید سماجی مفکرین کے ریاستی نظریات، اور بشریات کے مشاہدات — سب ایک مکالمے کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ تاہم کتاب کا زور حوالوں کی کثرت سے زیادہ فہم کی گہرائی پر ہے۔

قاری سے فکری توقع

یہ دیباچہ قاری کو یہ دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کتاب کو محض معلومات کے

ذخیرے کے طور پر نہ پڑھے بلکہ ایک فکری سفر کے طور پر سمجھے۔ ہر باب میں اٹھنے والے سوالات دراصل قاری کو اپنے سماج، اپنی ریاست اور اپنی ذات پر غور کرنے کی دعوت ہیں۔

اگر یہ کتاب قاری کو یہ سوچنے پر مجبور کر دے کہ
"ریاست نے ہمیں بنایا ہے یا ہم نے ریاست کو؟"
تو یہی اس دیباچے کی کامیابی ہوگی۔

—— مصنف یوسف خان آباخیل سدوزئی

مقدمہ

انسانی رہائشگاہوں کی تاریخ دراصل انسانی سماج کے فکری، معاشرتی اور سیاسی ارتقا کی تاریخ ہے۔ انسان نے جب فطرت کے بے ترتیب اور غیر محفوظ ماحول میں آنکھ کھولی تو اس کی اولین ترجیح بقا تھی، مگر بقا کی یہ جدوجہد جلد ہی محض جسمانی ضرورت سے آگے بڑھ کر اجتماعی زندگی کی صورت اختیار کر گئی۔ یہی اجتماعی زندگی رفتہ رفتہ بستی، شہر اور بالآخر ریاست کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس کتاب کا مقدمہ اسی ارتقائی عمل کو ایک علمی اور تحقیقی تناظر میں واضح کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اس تصور کو بنیاد بناتی ہے کہ رہائش محض ایک مکانی یا جغرافیائی مسئلہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر سماجی عمل ہے۔ انسان کا ایک جگہ ٹھہرنا، زمین سے وابستہ ہونا، اور دوسروں کے ساتھ مستقل تعلق قائم کرنا ایسے عوامل ہیں جنہوں نے انسانی فکر، اخلاق، معیشت اور اقتدار کے تصورات کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ بستی کا قیام محض سہولت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس نے نظم، قانون، قیادت اور اجتماعی ذمہ داری جیسے تصورات کو جنم دیا، جو بعد میں ریاستی ڈھانچے کی بنیاد بنے۔

یہ کتاب انسانی تاریخ کو صرف حکمرانوں اور سلطنتوں کی عینک سے دیکھنے کے بجائے عام انسان، اس کی ضروریات اور اس کے سماجی رویوں کے زاویے سے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ بستیوں کی تشکیل، سماجی تقسیم، قیادت کا ظہور، اور قانون کی ابتدائی صورتیں سب اسی انسانی ضرورت اور اجتماعی شعور کا اظہار ہیں۔ ریاست کو یہاں ایک جامد یا حتمی ادارہ نہیں بلکہ ایک تدریجی تاریخی تشکیل کے طور پر دیکھا گیا ہے، جو مختلف زمانوں اور معاشروں میں مختلف صورتوں میں سامنے آئی۔

تحقیقی اعتبار سے اس کتاب کا دائرہ؟ کار قبلِ تاریخ سے لے کر جدید قوم-ریاست تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دوران انسانی رہائش کے مختلف مراحل کو تاریخی شواہد، بشریاتی مشاہدات اور سماجی تجزیے کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مطالعے میں انسانی تجربے کی عمومیت کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے اور اس کے تنوع کو بھی، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مختلف خطوں اور تہذیبوں میں رہائش اور ریاست کے تصورات کس طرح ایک دوسرے سے مشابہ بھی رہے اور مختلف بھی۔

طریق کار کے لحاظ سے یہ کتاب بین العلومی (Interdisciplinary) اسلوب اختیار کرتی ہے۔ تاریخ کے ذریعے زمانی تسلسل کو سمجھا گیا ہے، بشریات کے ذریعے انسانی رویوں اور سماجی ساخت کا جائزہ لیا گیا ہے، اور سماجیات وسیاسی فکر کے ذریعے اقتدار، قانون اور نظمِ حکومت

کے تصورات کو واضح کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ فکری اور تنقیدی انداز کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے تا کہ بیان محض معلوماتی نہ رہے بلکہ معنوی گہرائی بھی پیدا کرے۔

اس کتاب میں ماخذات کے انتخاب میں کلاسیکی اور جدید دونوں طرح کے علمی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔تاہم حوالہ جاتی مواد کو اس طرح استعمال کیا گیا ہے کہ متن کی روانی اور فکری تسلسل متاثر نہ ہو۔مقصد یہ نہیں کہ قاری حوالہ جات کے بوجھ تلے دب جائے، بلکہ یہ کہ وہ انسانی سماج کے ارتقا کو ایک مربوط اور قابلِ فہم صورت میں دیکھ سکے۔

یہ مقدمہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ زیرِ نظر تصنیف کسی ایک نظریے کی توثیق یا تردید کے لیے نہیں لکھی گئی۔اس کا مقصد انسانی رہائشگاہوں کے ارتقا کو ایک سنجیدہ علمی مسئلے کے طور پر پیش کرنا ہے اور یہ دکھانا ہے کہ بستی سے ریاست تک کا سفر کس طرح انسانی تاریخ کا ایک بنیادی اور فیصلہ کن مرحلہ رہا ہے۔اس مطالعے کے ذریعے امید کی جاتی ہے کہ قاری انسانی سماج، ریاست اور اپنے موجودہ ماحول کو ایک وسیع تاریخی اور فکری پس منظر میں سمجھنے کے قابل ہو سکے گا۔

—— مصنف یوسف خان آباخیل سدوزئی

باب اوّل

ابتدائی انسان اور رہائش کی تلاش

انسانی تاریخ کے ابتدائی ادوار کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے انسان اور اس کے ماحول کے باہمی تعلق کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ابتدائی انسان ایک ایسے قدرتی ماحول میں زندہ تھا جو نہ صرف غیر یقینی بلکہ اکثر اوقات جان لیوا بھی تھا۔ موسمی شدت، جنگلی جانور، خوراک کی قلت اور قدرتی آفات اس کی روزمرہ زندگی کا حصہ تھیں۔ ایسے حالات میں رہائش کا مسئلہ محض آرام یا سہولت کا نہیں بلکہ براہِ راست بقا سے جڑا ہوا تھا۔

ابتدائی انسان کی زندگی خانہ بدوشی پر مبنی تھی۔ وہ شکار اور خوراک کی تلاش میں مسلسل ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل مکانی کرتا رہتا تھا۔ اس دور میں مستقل رہائش کا تصور تقریباً ناپید تھا، کیونکہ فطری وسائل ایک جگہ محدود تھے اور ان کا تعاقب ہی انسانی حرکت کی بنیاد بنتا تھا۔ غاریں، درختوں کے سائے، چٹانوں کے نیچے بنائے گئے عارضی ٹھکانے یا سادہ جھونپڑیاں ابتدائی رہائش کی صورتیں تھیں، جو موسم اور حالات کے مطابق بدلتی رہتی تھیں۔

غاروں کا استعمال ابتدائی انسان کی رہائشی تاریخ میں ایک اہم مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔ غاریں قدرتی طور پر تحفظ فراہم کرتی تھیں اور موسم کی شدت سے

بچاؤ کا ذریعہ بنتی تھیں۔ آثارِ قدیمہ سے حاصل ہونے والے شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ انسان نے غاروں کو صرف رہائش کے لیے نہیں بلکہ سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں کے لیے بھی استعمال کیا۔ غاروں کی دیواروں پر بنائی گئی تصویریں اس بات کی گواہ ہیں کہ انسان نے بہت ابتدائی مرحلے پر اپنے تجربات، خوف اور امیدوں کو علامتی صورت میں محفوظ کرنے کی کوشش کی۔

رہائش کی تلاش میں انسان کے فیصلے محض جغرافیائی نہیں تھے بلکہ سماجی اور فکری بھی تھے۔ کسی جگہ قیام کا دارومدار پانی کی دستیابی، شکار کی فراوانی، موسم کی اعتدال پسندی اور قدرتی تحفظ پر ہوتا تھا۔ یہ عوامل رفتہ رفتہ انسان کے شعور میں ایک ترتیب پیدا کرنے لگے، جس کے نتیجے میں وہ ماحول کو صرف قبول کرنے کے بجائے اسے سمجھنے اور اپنے حق میں استعمال کرنے لگا۔

اس مرحلے پر انسانی رہائش فردِ واحد تک محدود نہیں رہی۔ گروہ کی صورت میں رہنا ایک ناگزیر ضرورت بن گیا، کیونکہ اجتماعی زندگی زیادہ تحفظ فراہم کرتی تھی۔ گروہی رہائش نے انسان کو تعاون، اشتراک اور ابتدائی نظم وضبط سے روشناس کرایا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں رہائش محض ٹھکانا نہیں رہی بلکہ ایک ابتدائی سماجی اکائی کی صورت اختیار کرنے لگی۔

ابتدائی انسان کی رہائش میں سادگی نمایاں تھی، مگر یہ سادگی فکری پسماندگی کی علامت نہیں تھی۔ اوزاروں کی تیاری، آگ کا استعمال، اور رہائشی

جگہ کی ترتیب اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسان ماحول سے سیکھ رہا تھا اور آہستہ آہستہ اپنی ضروریات کے مطابق تبدیلیاں لا رہا تھا۔ آگ نے رہائش کے تصور میں ایک انقلابی کردار ادا کیا، کیونکہ اس نے تحفظ، خوراک کی تیاری اور سماجی اجتماع کو ممکن بنایا۔

یہ دور انسانی تاریخ کا وہ بنیادی مرحلہ تھا جس میں رہائش نے انسان کی فکری ساخت کو تشکیل دینا شروع کیا۔ اگرچہ اس وقت بستی یا شہر کا تصور موجود نہیں تھا، مگر رہائش کی تلاش نے انسان کو اجتماع، تعاون اور نظم کی ابتدائی شکلوں تک پہنچا دیا تھا۔ یہی ابتدائی تجربات بعد کے ادوار میں مستقل رہائش، بستیوں اور سماجی اداروں کے قیام کا پیش خیمہ بنے۔

یوں ابتدائی انسان اور اس کی رہائش کی تلاش کو انسانی تاریخ کا محض ابتدائی باب نہیں بلکہ وہ اساس کہا جا سکتا ہے جس پر انسانی سماج، تہذیب اور ریاست کی پوری عمارت استوار ہوئی۔ اس باب میں بیان کردہ حالات اور تجربات آگے آنے والے ابواب میں بستی کے قیام اور سماجی ڈھانچے کی تفہیم کے لیے ایک ناگزیر پس منظر فراہم کرتے ہیں۔

باب دوم

مستقل رہائش کی ابتدا

ابتدائی انسان کی خانہ بدوش زندگی طویل عرصے تک اس کی بقا کی بنیادی صورت رہی، مگر وقت کے ساتھ ساتھ فطرت کے ساتھ اس کے تعلق میں ایک بنیادی تبدیلی واقع ہونے لگی۔ یہ تبدیلی محض مکانی نہیں تھی بلکہ فکری، معاشی اور سماجی سطح پر بھی نمایاں تھی۔ انسان نے آہستہ آہستہ یہ ادراک حاصل کیا کہ فطرت پر مکمل انحصار کے بجائے اگر اس کے ساتھ ایک نسبتاً مستقل تعلق قائم کیا جائے تو زندگی زیادہ محفوظ اور منظّم ہو سکتی ہے۔ یہی ادراک مستقل رہائش کی ابتدا کا سبب بنا۔

مستقل رہائش کے قیام میں سب سے اہم عنصر زراعت کی دریافت تھی۔ جب انسان نے پودوں کی افزائش اور جانوروں کی افزائشِ نسل کے اصولوں کو سمجھنا شروع کیا تو خوراک کی فراہمی ایک خاص مقام سے وابستہ ہونے لگی۔ اس وابستگی نے نقل مکانی کی ضرورت کو کم کر دیا اور انسان کو زمین کے ساتھ ایک مستقل رشتہ قائم کرنے پر آمادہ کیا۔ زمین اب محض قدرتی وسیلہ نہیں رہی بلکہ انسانی محنت، ملکیت اور شناخت کا مرکز بننے لگی۔

اس مرحلے پر رہائش کی ساخت میں بھی نمایاں تبدیلیاں آئیں۔

عارضی ٹھکانوں کی جگہ زیادہ پائیدار رہائشی ڈھانچوں نے لے لی۔ کچی اینٹوں، لکڑی اور پتھر کا استعمال بڑھا اور رہائشی جگہوں کو موسم، تحفظ اور ذخیرہ اندوزی کی ضروریات کے مطابق ترتیب دیا جانے لگا۔ گھروں کے اردگرد کھیت، ذخیرہ گاہیں اور مویشیوں کے باڑے بنائے گئے، جو مستقل زندگی کے تقاضوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

مستقل رہائش نے انسانی سماج کی ساخت کو بھی گہرے طور پر متاثر کیا۔ خاندان کا تصور مضبوط ہوا اور نسل در نسل ایک ہی جگہ رہنے کا رجحان پیدا ہوا۔ اس تسلسل نے سماجی یادداشت، روایت اور مشترکہ اقدار کو جنم دیا۔ اب رہائش محض ایک جسمانی جگہ نہیں رہی بلکہ ایک سماجی وحدت بن گئی، جس کے اندر ذمہ داریاں، حقوق اور تعلقات واضح ہونے لگے۔

اسی دور میں ابتدائی بستیاں وجود میں آئیں۔ یہ بستیاں عام طور پر پانی کے ذرائع، زرخیز زمین اور قدرتی راستوں کے قریب قائم ہوئیں۔ ان کا سائز محدود تھا، مگر ان کی اہمیت غیر معمولی تھی کیونکہ یہ انسانی تاریخ میں پہلی بار مستقل اجتماع کی علامت تھیں۔ بستی نے انسان کو مشترکہ مسائل کے حل، اجتماعی فیصلوں اور ابتدائی نظم وضبط کی طرف راغب کیا۔

مستقل رہائش کے ساتھ ساتھ سماجی تقسیم کا آغاز بھی ہوا۔ کچھ افراد زراعت سے وابستہ ہوئے، کچھ دستکاری اور کچھ تحفظ یا انتظامی امور سے۔ اس

تقسیم نے مہارتوں کو فروغ دیا مگر ساتھ ہی عدم مساوات کے ابتدائی آثار بھی نمایاں ہوئے۔ زمین اور پیداوار پر کنٹرول نے طاقت اور اثر و رسوخ کے نئے تصورات کو جنم دیا، جو بعد میں قیادت اور اقتدار کی شکل اختیار کر گئے۔

یہ مرحلہ انسانی تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مستقل رہائش نے انسان کو فطرت کے مسلسل دباؤ سے کسی حد تک آزاد کیا، مگر اس آزادی کے ساتھ نئے مسائل بھی پیدا ہوئے۔ آبادی میں اضافہ، وسائل کی تقسیم، اور باہمی اختلافات ایسے چیلنجز تھے جن کے لیے نئے سماجی ضابطوں کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

یوں مستقل رہائش کی ابتدا کو انسانی ترقی کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اسی مرحلے نے بستی، شہر اور بالآخر ریاست کے قیام کی راہ ہموار کی۔ یہ باب اس بات کو واضح کرتا ہے کہ انسانی تاریخ کا یہ دور محض زرعی انقلاب نہیں بلکہ سماجی اور فکری انقلاب بھی تھا، جس کے اثرات آنے والے تمام ادوار میں محسوس کیے گئے۔

باب سوم

خاندان، قبیلہ اور سماجی تشکیل

مستقل رہائش کے قیام کے بعد انسانی زندگی میں جو سب سے بنیادی اور دیرپا تبدیلی رونما ہوئی، وہ سماجی تعلقات کی تنظیم نو تھی۔ خانہ بدوش دور میں انسانی رشتے عارضی اور حالات کے تابع تھے، مگر مستقل قیام نے ان رشتوں کو دوام، ترتیب اور شناخت عطا کی۔ اسی مرحلے پر خاندان، قبیلہ اور سماجی اکائیوں کی واضح تشکیل سامنے آتی ہے، جو بعد کے تمام سماجی اور سیاسی ڈھانچوں کی بنیاد بنیں۔

خاندان انسانی سماج کی اولین اور بنیادی اکائی کے طور پر ابھرا۔ مستقل رہائش نے نسل در نسل ایک ہی جگہ رہنے کو ممکن بنایا، جس کے نتیجے میں خونی رشتوں کی اہمیت بڑھی اور ذمہ داریوں کا تعین واضح ہوا۔ والدین، اولاد اور بزرگوں کے باہمی تعلقات نے سماجی نظم کی ابتدائی صورت قائم کی۔ خاندان نہ صرف معاشی پیداوار کی اکائی تھا بلکہ تربیت، اقدار اور سماجی شعور کی منتقلی کا ذریعہ بھی بن گیا۔

خاندانوں کے باہمی اشتراک سے قبیلے کی تشکیل عمل میں آئی۔ قبیلہ دراصل کئی خاندانوں کا وہ مجموعہ تھا جو مشترکہ نسب، مفادات اور رہائش کے

باعث ایک دوسرے سے جڑے ہوتے تھے۔ قبیلے نے انسان کو وسیع تر تحفظ فراہم کیا اور اجتماعی شناخت کو مضبوط کیا۔ اب فرد محض ایک انسان نہیں رہا بلکہ ایک خاندان اور قبیلے کا رکن بن گیا، جس کے حقوق اور فرائض متعین ہونے لگے۔

قبائلی نظام میں قیادت کا تصور بھی تدریجی طور پر واضح ہوا۔ ابتدا میں بزرگوں اور تجربہ کار افراد کو فطری طور پر احترام اور اثر ورسوخ حاصل تھا۔ ان کی حیثیت کسی رسمی اقتدار پر مبنی نہیں تھی بلکہ سماجی قبولیت، تجربے اور روایت سے جڑی ہوئی تھی۔ یہ قیادت مشاورت، روایت اور اجتماعی مفاد کے گرد گھومتی تھی، جو بعد کے ادوار میں منظّم اقتدار کی بنیاد بنی۔

سماجی تشکیل کے اس مرحلے پر رسم ورواج نے اہم کردار ادا کیا۔ چونکہ تحریری قانون کا وجود نہیں تھا، اس لیے سماجی نظم کو برقرار رکھنے کے لیے روایت اور عرف پر انحصار کیا جاتا تھا۔ شادی، وراثت، تنازعات کے حل اور اجتماعی فیصلے سب انہی رسموں کے تحت انجام پاتے تھے۔ یہ روایات نہ صرف نظم کا ذریعہ تھیں بلکہ اجتماعی شناخت اور تسلسل کی علامت بھی تھیں۔

قبائلی سماج میں تعاون اور اشتراک بنیادی اقدار کے طور پر سامنے آئے۔ زراعت، شکار، دفاع اور تعمیر جیسے کام اجتماعی کوششوں سے انجام پاتے تھے۔ اس اشتراک نے باہمی انحصار کو فروغ دیا، مگر اس کے ساتھ ساتھ سماجی تفاوت کے ابتدائی آثار بھی پیدا ہونے لگے۔ بعض خاندان یا افراد زیادہ زمین،

وسائل یا اثر و رسوخ کے حامل بن گئے، جس سے سماج کے اندر طاقت کی غیر مساوی تقسیم کا آغاز ہوا۔

یہ مرحلہ انسانی تاریخ میں اس لیے بھی اہم ہے کہ اسی نے فرد اور اجتماع کے تعلق کو ایک واضح صورت دی۔ فرد اب مکمل طور پر آزاد نہیں رہا بلکہ سماجی اقدار، روایات اور اجتماعی مفادات سے بندھ گیا۔ اس بندھن نے تحفظ اور شناخت تو فراہم کی، مگر ساتھ ہی انفرادی آزادی کو محدود بھی کیا۔ یہی تضاد آگے چل کر سماجی کشمکش اور سیاسی تنظیم کا محرک بنا۔

خاندان اور قبیلے کی یہ تشکیل انسانی سماج کا وہ بنیادی ڈھانچہ تھی جس کے بغیر بستی، شہر اور ریاست کا تصور ممکن نہیں تھا۔ اس باب میں بیان کردہ سماجی اکائیاں دراصل انسانی تاریخ کے اس مرحلے کی نمائندگی کرتی ہیں جہاں اجتماع نے مستقل صورت اختیار کی اور انسان نے خود کو ایک بڑے سماجی نظم کا حصہ سمجھنا شروع کیا۔

باب چہارم

سماجی تقسیم اور قیادت کا آغاز

خاندان اور قبیلے کی مضبوط تشکیل کے بعد انسانی سماج ایک نئے مرحلے میں داخل ہوا، جہاں زندگی کی پیچیدگیوں نے کاموں کی تخصیص اور ذمہ داریوں کی تقسیم کو ناگزیر بنا دیا۔ ابتدائی سماج میں ہر فرد کسی نہ کسی حد تک ایک جیسے کام انجام دیتا تھا، مگر مستقل رہائش، آبادی میں اضافے اور وسائل کے پھیلاؤ نے اس سادگی کو ختم کر دیا۔ اسی پس منظر میں سماجی تقسیم اور قیادت کا آغاز ہوا۔

سماجی تقسیم کا پہلا اظہار کام کی تخصیص کی صورت میں سامنے آیا۔ زراعت، مویشی بانی، دستکاری، تعمیر اور دفاع جیسے شعبے بتدریج الگ ہونے لگے۔ ہر فرد یا خاندان اپنی مہارت کے مطابق ایک مخصوص کردار ادا کرنے لگا۔ اس تقسیم نے پیداوار میں اضافہ کیا اور زندگی کو نسبتاً منظّم بنایا، مگر اس کے ساتھ ساتھ سماجی درجہ بندی کے بیج بھی بو دیے۔ اب سماج میں ہر کردار کی حیثیت یکساں نہ رہی، بلکہ بعض کام زیادہ باوقار اور بااثر سمجھے جانے لگے۔

کام کی تقسیم نے وسائل کی غیر مساوی تقسیم کو بھی جنم دیا۔ جو افراد یا خاندان زیادہ زمین، بہتر اوزار یا زیادہ افرادی قوت کے حامل تھے، وہ نسبتاً زیادہ پیداوار حاصل کرنے لگے۔ یہ تفاوت رفتہ رفتہ سماجی فرق میں بدلنے لگا، جس کے

نتیجے میں اثر ورسوخ اور طاقت مخصوص ہاتھوں میں مرتکز ہونے لگی۔ یوں سماج کے اندر ایک ایسا طبقہ ابھرنے لگا جو فیصلوں پر زیادہ اثر انداز ہونے لگا۔

اسی مرحلے پر قیادت کا تصور واضح صورت اختیار کرتا ہے۔ ابتدائی قیادت محض عمر یا تجربے کی بنیاد پر نہیں رہی بلکہ اب اس کا تعلق وسائل، تنظیمی صلاحیت اور اجتماعی تحفظ کی ذمہ داری سے جڑنے لگا۔ قیادت کی یہ صورت رسمی نہ تھی، مگر اس میں اقتدار کے ابتدائی عناصر موجود تھے۔ سردار یا رہنما کو سماج کے نظم، دفاع اور تنازعات کے حل میں مرکزی حیثیت حاصل ہونے لگی۔

قیادت کے آغاز کے ساتھ ہی اطاعت کا تصور بھی سامنے آیا۔ اجتماعی مفاد کے لیے فرد کو اپنے بعض ذاتی فیصلے ترک کرنا پڑے۔ یہ اطاعت ابتدا میں رضامندی پر مبنی تھی، مگر وقت کے ساتھ ساتھ روایت اور طاقت کے امتزاج نے اسے ایک مستحکم سماجی اصول میں تبدیل کر دیا۔ اس مرحلے پر قیادت اور پیروی کے درمیان تعلق نے سماجی نظم کو دوام بخشا، مگر ساتھ ہی طاقت کے ارتکاز کا خطرہ بھی پیدا کیا۔

سماجی تقسیم اور قیادت کے اس عمل نے سماج میں نظم وضبط کو فروغ دیا، مگر یہ عمل تضادات سے خالی نہ تھا۔ جہاں ایک طرف یہ تقسیم اجتماعی ترقی کا ذریعہ بنی، وہیں دوسری طرف اس نے عدم مساوات اور سماجی کشمکش کو بھی جنم دیا۔ وسائل پر کنٹرول اور فیصلوں کی مرکزیت نے سماج کے کمزور طبقات کو حاشیے پر دھکیلنا

شروع کیا، جو آگے چل کر قانون اور انصاف کے مطالبے کا سبب بنا۔

یہ مرحلہ انسانی تاریخ میں اس لیے اہم ہے کہ یہی وہ نقطہ ہے جہاں طاقت ایک غیر رسمی سماجی عنصر سے ایک منظّم قوت کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ قیادت، نظم اور اطاعت کے یہ ابتدائی تصورات آگے چل کر قانون، ریاست اور حکمرانی کے باقاعدہ اداروں کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

یوں سماجی تقسیم اور قیادت کا آغاز انسانی سماج کو سادہ اجتماع سے ایک منظّم ساخت کی طرف لے گیا۔ یہ باب اس تبدیلی کو واضح کرتا ہے کہ کس طرح ضرورت، مہارت اور طاقت نے مل کر انسانی سماج کی سمت متعین کی اور بستیوں کو ریاست کے ابتدائی خدوخال سے روشناس کرایا۔

باب پنجم

رسم، روایت اور ابتدائی قانون

سماجی تقسیم اور قیادت کے آغاز کے بعد انسانی زندگی میں ایک اور اہم مرحلہ نمودار ہوا: قانون اور نظم کی ابتدائی شکلیں۔ اگرچہ قدیم سماج میں تحریری قانون موجود نہیں تھا، مگر انسانی اجتماع کے استحکام کے لیے قواعد و ضوابط کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس ضرورت کا اظہار رسم و رواج اور روایت کی شکل میں ہوا، جو نہ صرف نظم قائم رکھتی تھیں بلکہ انسانی رویوں اور تعلقات کو ایک مستحکم ساخت فراہم کرتی تھیں۔

ابتدائی قوانین کی بنیاد روزمرہ زندگی کے تجربات پر رکھی گئی۔ خوراک کی تقسیم، زمین کا استعمال، تنازعات کا حل اور معاشرتی ذمہ داریوں کی تعین میں رسم و رواج اہم کردار ادا کرتے تھے۔ یہ ضوابط اجتماعی مفاد کو مقدم رکھتے تھے اور فرد کے ذاتی مفادات کو محدود کرنے کی صورت اختیار کرتے تھے۔ اس طرح انسان نے اپنے رویوں اور اعمال کو اجتماعی نظم کے دائرے میں ڈھالنا شروع کیا۔

روایت اور رسم کے ذریعے انصاف کی ابتدائی صورتیں قائم ہوئیں۔ تنازعات کو حل کرنے کے لیے بزرگ، سردار یا تجربہ کار افراد کے فیصلے قابل قبول

سمجھے جاتے تھے۔ یہ فیصلے تحریری قانون کی شکل میں تو نہیں تھے، مگر سماجی طور پر لازمی اور پابند کن تھے۔اس سے نہ صرف تعمیل کو یقینی بنایا گیا بلکہ سماجی اتحاد اور ہم آہنگی بھی قائم رہی۔

اس مرحلے پر انسانی فکری ترقی بھی واضح ہوئی۔ رسم و رواج کے ذریعے انسان نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ سماج کے بقا کے لیے قواعد کی پابندی ضروری ہے۔قوانین اور ضوابط کا یہ ابتدائی تصور آگے چل کر تحریری قانون، عدلیہ اور ریاست کے نظام کی بنیاد بن گیا۔اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قانون صرف طاقت کے ذریعے نافذ نہیں ہوتا، بلکہ اجتماعی قبولیت اور اخلاقی شعور کے ذریعے اپنی جگہ بنالیتا ہے۔

ابتدائی قانون اور رسم و رواج کا ایک اور پہلو یہ تھا کہ یہ انسانی رویوں اور اقدار کو مستحکم کرتے تھے۔معاشرتی اقدار جیسے برادری کی حفاظت، دیانت، تعاون اور ذاتی ذمہ داری کو ان قوانین کے ذریعے فروغ ملا۔اس کے نتیجے میں فرد اور اجتماع کے درمیان تعلق مزید مضبوط ہوا اور سماج کی یکجہتی میں اضافہ ہوا۔

یہ مرحلہ انسانی تاریخ میں اس لیے اہم ہے کہ اس نے نہ صرف سماجی نظم وضبط کو یقینی بنایا بلکہ انسانی رویوں اور اخلاقیات کو بھی ایک مستحکم ڈھانچے میں ڈھالا۔رسم و رواج اور ابتدائی قانون نے سماج کو صرف منظّم نہیں کیا، بلکہ مستقبل میں شہر، بستی اور ریاست کے قیام کے لیے ضروری فکری اور عملی بنیادیں بھی فراہم کیں۔

باب ششم

شہر کا ظہور

ابتدائی قوانین اور رسم و رواج کے استحکام کے بعد انسانی سماج ایک نئے مرحلے میں داخل ہوا، جسے ہم شہر کے ظہور کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ شہر محض رہائش کا مرکز نہیں بلکہ انسانی تنظیم، معیشت، مذہب اور ثقافت کا مرکز بھی بن گیا۔ بستی سے شہر تک کا سفر انسانی ارتقا کی ایک منطقی اور ناگزیر کڑی تھا، جس میں سماجی، اقتصادی اور فکری عوامل کا اہم کردار رہا۔

شہر کی ابتدا عموماً ان علاقوں میں ہوئی جہاں پانی کی فراوانی، زرخیز زمین اور تجارتی راستوں کی سہولت موجود تھی۔ ابتدائی شہر دیگر بستیوں کے مقابلے میں زیادہ مستقل، منظّم اور بڑے پیمانے پر آباد تھے۔ یہ انسانی اجتماع کی وہ پہلی شکل تھی جو صرف خاندانی یا قبائلی تعلقات تک محدود نہیں رہی، بلکہ مختلف خاندانوں اور گروہوں کا ایک مربوط نظام قائم کیا۔

اقتصادی عوامل نے شہر کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ زمین کی پیداوار، مویشیوں کی بانی اور دستکاری نے نہ صرف روزمرہ کی ضروریات کو پورا کیا بلکہ تجارتی مراکز کی بنیاد بھی رکھی۔ بازار، منڈیاں اور تجارتی راستے شہر کے ارتقا میں کلیدی حیثیت رکھتے تھے، کیونکہ یہ وسائل کے تبادلے، معلومات کے پھیلاؤ اور ثقافتی تعامل کا ذریعہ بنے۔

شہر کے ظہور کے ساتھ ہی مذہبی اور ثقافتی مراکز نے بھی اہم مقام حاصل کیا۔ مندر، زیارت گاہیں، اور دیگر مذہبی مقامات نہ صرف روحانی ضروریات کو پورا کرتے تھے بلکہ سماجی اتحاد اور تنظیم کا ذریعہ بھی تھے۔ یہ مراکز شہر کے انتظام، قوانین اور اجتماع کے نظم میں مرکزی کردار ادا کرتے تھے۔

اس مرحلے میں انسانی سماج کی پیچیدگی بڑھ گئی۔ وسائل، زمین اور طاقت کی تقسیم میں غیر مساوات واضح ہونے لگی، اور اسی کے نتیجے میں سماجی ہائیرارکی اور انتظامی ڈھانچے کا آغاز ہوا۔ سردار، بزرگ یا منتخب رہنما شہر کے نظم و ضبط اور دفاع کے لیے ذمہ دار بن گئے، جس سے قیادت اور حکمرانی کے ابتدائی عناصر مزید مستحکم ہوئے۔

شہر نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا:

رہائش کا ڈھانچہ منظّم ہوا،

سماجی روابط کی وسعت بڑھی،

معیشت کی تقسیم اور پیداوار کی منصوبہ بندی ممکن ہوئی،

اور انسانی فکری و ثقافتی ترقی کے لیے مستقل مرکز فراہم ہوا۔

یہ دور انسانی تاریخ میں ایک سنگِ میل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، کیونکہ اسی نے بستیوں کے محدود اور عارضی اجتماع کو مستقل، منظّم اور پیچیدہ نظام کی صورت دی، جو بعد میں ریاست کی بنیاد بن گیا۔ شہر نہ صرف معاشرتی تنظیم کا مظہر تھا بلکہ انسانی فکری ارتقا، قانون، اور تہذیب کے ارتقاء کا بھی مرکز تھا۔

باب ہفتم

ریاست کا مفہوم اور ضرورت

شہر کی تشکیل کے بعد انسانی سماج ایک اور اہم مرحلے میں داخل ہوا، جسے ہم ریاست کے ظہور کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ ریاست محض ایک جغرافیائی یا سیاسی ادارہ نہیں بلکہ انسانی اجتماع کی تنظیم، اقتدار، قانون اور تحفظ کا جامع ڈھانچہ ہے۔ شہر کے پیچیدہ انتظام، وسائل کی تقسیم اور سماجی ہائیرارکی نے ریاست کی ضرورت کو ناگزیر بنا دیا۔

ریاست کا مفہوم ابتدا میں ایک رسمی ادارے کی صورت میں نہیں تھا، بلکہ یہ انسانی ضرورت، اجتماعی تعاون اور طاقت کے امتزاج سے ابھری۔ ابتدائی ریاست میں حکمران یا سردار کا کردار اجتماعی مفاد، دفاع اور نظم و ضبط کے تحفظ کے لیے ضروری تھا۔ اس کے ذریعے انسانی معاشرت میں استحکام آیا اور اختلافات کو منظّم طریقے سے حل کرنے کی سہولت میسر ہوئی۔

ریاست کی تشکیل کے لیے تین بنیادی عوامل کام کرتے نظر آئے:

سماجی انتظام: آبادی کے بڑھنے، کام کی تقسیم کے پیچیدہ ہونے اور سماجی تضادات کے نتیجے میں ایک مرکزی نظام کی ضرورت پیدا ہوئی۔

اقتصادی کنٹرول: زمین، پانی، پیداوار اور تجارت کے وسائل کی منظّم تقسیم اور حفاظت ریاستی ڈھانچے کا اہم جزو بنی۔

تحفظ اور دفاع: بیرونی خطرات، جنگیں اور قبائلی جھگڑے ریاستی اقتدار کی بنیاد بنے، جس نے فوج، انتظامیہ اور قوانین کو مرکزی حیثیت دی۔

ریاست نے فرد اور اجتماع کے تعلق کو مزید مضبوط اور منظّم کیا۔ فرد کو قوانین، فرائض اور ذمہ داریوں کے دائرے میں رکھا گیا، جبکہ اجتماعی مفاد کو مقدم رکھنے کے اصول پر عمل درآمد ممکن ہوا۔ یہ اصول ابتدائی رسم و رواج اور قانونی روایات کے ارتقاء کا تسلسل تھے، جو اب ریاستی نظام میں باقاعدہ شکل اختیار کر گئے تھے۔

ریاست نے تہذیب اور علم کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ انتظامی اور قانونی ڈھانچے نے انسانی پیداوار، تجارت، علم اور ثقافت کو ایک محفوظ اور مستحکم ماحول فراہم کیا۔ اس کے نتیجے میں شہر محض رہائش یا اقتصادی مرکز نہیں رہا بلکہ انسانی فکری اور سماجی ترقی کا محور بھی بن گیا۔

تاہم ریاست کے ظہور کے ساتھ ہی انسانی آزادی اور ذاتی اختیار کے موضوع پر نئے سوالات پیدا ہوئے۔ جہاں ایک طرف ریاست نے تحفظ، علم اور ترقی فراہم کی، وہیں دوسری طرف فرد کو طاقت کے مرکزی ڈھانچے میں محدود اور منظّم کر دیا۔ یہی تضاد انسانی تاریخ میں اقتدار، قانون اور آزادی کے دائمی

مسائل کی بنیاد بنا۔

یہ باب واضح کرتا ہے کہ ریاست انسانی اجتماع کا ایک منطقی ارتقائی نتیجہ ہے، جو شہر کی پیچیدگی، سماجی تقسیم اور انسانی ضروریات کے امتزاج سے پیدا ہوا۔ ریاست نے انسانی سماج کو استحکام دیا، مگر اس کے ساتھ ساتھ نئے فکری، سماجی اور سیاسی چیلنجز بھی پیش کیے، جن پر غور و فکر بعد کے ابواب میں کیا جائے گا۔

باب ہشتم

طاقت، اقتدار اور حکمرانی

ریاست کے قیام کے بعد انسانی سماج میں طاقت اور اقتدار کا مفہوم واضح اور منظّم شکل اختیار کرنے لگا۔ شہر اور ریاست کے پیچیدہ انتظامات نے اس بات کو ناگزیر بنا دیا کہ کسی نہ کسی فرد یا ادارے کے پاس نظم وضبط، وسائل کی تقسیم، اور اجتماعی فیصلوں کے لیے اختیار موجود ہو۔ یہی اختیار یا اقتدار انسانی تاریخ میں حکمرانی کی بنیاد بنا، جس نے سماجی استحکام اور بقا دونوں کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔

ابتدائی اقتدار کا دارومدار بنیادی طور پر ضرورت اور تحفظ پر تھا۔ حکمران یا سردار وہ شخص تھا جس کے پاس اجتماعی مفاد کے تحفظ کی ذمہ داری تھی، خواہ وہ دفاع، وسائل کی حفاظت یا اجتماعی فیصلوں کے نفاذ کی صورت میں ہو۔ اس اقتدار کی قانونی یا تحریری شکل بعد میں سامنے آئی، لیکن ابتدائی مراحل میں یہ سماجی قبولیت، مہارت اور تجربے پر منحصر تھا۔

اقتدار نے انسانی رویوں اور سماجی تعلقات کو منظّم کیا۔ فرد کی آزادی کو محدود کرتے ہوئے اجتماعی مفاد اور قواعد کے دائرے میں لایا گیا۔ یہ حدود ابتدائی طور پر رضامندی اور روایت کے ذریعے نافذ کی جاتی تھیں، مگر وقت کے ساتھ اقتدار اور قوانین مضبوط ہوتے گئے، اور حکمرانی کا نظام رسمی شکل اختیار کرنے لگا۔

حکمرانی کے یہ ابتدائی اصول ریاست کے مختلف پہلوؤں میں ظاہر ہوئے:

قانونی نظم: قوانین، رسوم اور ضوابط کے نفاذ کے ذریعے سماجی توازن قائم کیا گیا۔

معاشی کنٹرول: وسائل کی تقسیم، ٹیکس اور ذخائر پر کنٹرول کے ذریعے اقتصادی استحکام فراہم کیا گیا۔

سماجی و دفاعی ذمہ داریاں: فوج، حفاظت اور تنازعات کے حل کے ادارے ریاست کے اقتدار کو مستحکم کرنے کے ذرائع بنے۔

اقتدار نے انسانی زندگی کو تحفظ، ترقی اور علم کے مواقع فراہم کیے، مگر ساتھ ہی یہ آزادی کے محدود ہونے کا سبب بھی بنا۔ یہ تضاد انسانی تاریخ کے ہر دور میں موجود رہا اور آج بھی انسانی ریاستی تجربات میں نظر آتا ہے۔

اس باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ طاقت اور حکمرانی صرف ریاست کی ضرورت نہیں بلکہ انسانی اجتماع کی ایک منطقی اور تاریخی ضرورت ہیں۔ ریاست نے انسانی سماج کو منظّم کیا، فرد کو اجتماعی اصولوں کے مطابق ڈھالا، اور سماجی، اقتصادی اور دفاعی مسائل کے حل کے لیے ایک مرکزی ڈھانچہ فراہم کیا۔ اسی ڈھانچے کے ذریعے انسان نے اپنی زندگی کو محفوظ، منظّم اور ترقی یافتہ بنایا، لیکن اس کے ساتھ اقتدار کے اصول، اطاعت اور سماجی تفاوت بھی قائم ہوئے، جو بعد کے ابواب میں مزید تنقیدی مطالعے کا موضوع بنیں گے۔

باب نہم

تہذیب کے ثمرات اور مسائل

ریاست اور حکمرانی کے قیام کے بعد انسانی سماج میں تہذیب نے ایک جامع شکل اختیار کی۔ تہذیب صرف رہائش، انتظام یا دفاع کا نام نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں —معاشرت، علم، مذہب، اقتصادیات، اور ثقافت— کا مجموعہ ہے۔ یہ باب انسانی تہذیب کے ثمرات اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔

تہذیب کے ثمرات

تہذیب نے انسانی زندگی میں کئی مثبت تبدیلیاں متعارف کرائیں:

معاشرتی استحکام: سماجی اصول، قوانین اور انتظامی ڈھانچے نے انسانی روابط کو منظّم اور مستقل بنایا۔

اقتصادی ترقی: زراعت، تجارت اور دستکاری کی ترقی نے وسائل کی پیداوار اور تقسیم کو مستحکم کیا، جس سے انسان کی بقا میں بہتری آئی۔

علم و ثقافت کا فروغ: تحریر، تعلیم، مذہبی اور ثقافتی ادارے انسانی فکری ترقی کی بنیاد بنے، اور تاریخی یادداشت کو محفوظ رکھنے میں مدد ملی۔

تحفظ اور دفاع: فوجی و انتظامی اداروں نے بیرونی خطرات اور داخلی تضادات سے انسان کو محفوظ رکھا۔

تہذیب کے مسائل

تہذیب کے ارتقا کے ساتھ ساتھ کچھ پیچیدگیاں اور مسائل بھی سامنے آئے:

عدم مساوات اور طبقاتی تقسیم: وسائل، زمین اور اختیارات کی تقسیم میں غیر مساوات نے سماج میں طاقت اور اثر و رسوخ کے اختلافات پیدا کیے۔

اقتدار اور آزادی کے تضاد: ریاست اور حکمرانی کے مضبوط ہونے کے نتیجے میں فرد کی آزادی محدود ہوئی، جس سے سماجی اور فکری تناؤ پیدا ہوا۔

روایات اور قوانین کا تعارض: تہذیب کے بڑھتے ہوئے اصول اور روایات کبھی کبھی نئے حالات کے مطابق موافقت نہیں کر پاتے، جس سے سماجی کشمکش جنم لیتی ہے۔

تہذیب اور ماحول: آبادی، زرعی ترقی اور شہروں کی تعمیر نے ماحول پر دباؤ بڑھایا، جس سے قدرتی وسائل کی کمی اور تنازعات پیدا ہوئے۔

یہ باب واضح کرتا ہے کہ تہذیب کے فوائد اور پیچیدگیاں انسانی سماج کے ارتقا کے لازمی پہلو ہیں۔ تہذیب نے انسان کو منظّم اور محفوظ زندگی دی، مگر اس کے ساتھ نئے مسائل بھی پیدا کیے، جو بعد میں قانون، ریاست اور اجتماعی فکر

کے ارتقاء کا سبب بنے۔

تہذیب کے یہ ثمرات اور مسائل ہمیں اس بات کا فکری پس منظر فراہم کرتے ہیں کہ ریاست اور شہر کے قیام کے بعد انسان نے کس طرح اپنی زندگی، معاشرت اور اقتدار کے پیچیدہ تعلقات کو سمجھنا اور منظّم کرنا شروع کیا۔

باب دہم

جدید ریاست اور قدیم بستی کا تقابل

قدیم بستیوں اور ریاستوں کے ارتقا کے مطالعے کے بعد جدید ریاست کا جائزہ انسانی سماج کی ترقی کو مکمل سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ جدید ریاست، جسے آج ہم قوم-ریاست کے نام سے پہچانتے ہیں، قدیم بستیوں اور ابتدائی ریاستوں کے ارتقائی مراحل کا نتیجہ ہے، مگر اس نے انسانی زندگی اور معاشرت پر زیادہ پیچیدہ اور منظّم اثرات مرتب کیے ہیں۔

قدیم بستی کا تناظر

قدیم بستی ایک محدود، نسبتی طور پر چھوٹا اور سماجی روابط پر مبنی اجتماع تھی۔ اس میں انسانی رشتے، قیادت، رسم و رواج، اور قانون غیر رسمی مگر فطری اور قبول شدہ طریقوں سے قائم رہتے تھے۔ ہر فرد کی ذمہ داریاں واضح تھیں اور معاشرتی یکجہتی زیادہ نمایاں تھی۔ وسائل کی تقسیم محدود مگر نسبتی مساوی تھی اور انسانی رویوں میں تعاون اور اشتراک غالب تھا۔

جدید ریاست کی خصوصیات

جدید ریاست نے انسانی اجتماع کو ایک وسیع اور رسمی ڈھانچے میں

تبدیل کیا:

قومی شناخت اور شہریت: افراد صرف ایک خاندان یا قبیلے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ایک وسیع قومی دھارے میں شامل ہیں، جس کے حقوق و فرائض قانونی طور پر متعین ہیں۔

قانونی و انتظامی ادارے: تحریری قوانین، عدلیہ، انتظامیہ اور فوجی ادارے ریاست کے اقتدار کو مستحکم کرتے ہیں اور شہری زندگی کے ہر پہلو کو قابو میں رکھتے ہیں۔

معاشی پیچیدگی: وسائل کی پیداوار، تجارت اور صنعت کی ترقی نے اقتصادی ڈھانچے کو پیچیدہ اور متنوع بنایا، جس نے شہری زندگی اور ریاستی انتظام میں نئی جہتیں پیدا کیں۔

سماجی اور ثقافتی تنوع: آبادی کے بڑھتے ہوئے حجم اور متنوع پس منظر نے انسانی تعلقات، ثقافت اور تہذیبی اظہار میں وسعت پیدا کی، مگر اجتماعی نظم کو برقرار رکھنا ایک چیلنج بھی بن گیا۔

تقابلی مطالعہ

جدید ریاست اور قدیم بستی کے درمیان بنیادی فرق فرد اور اجتماع کے تعلق میں موجود تضاد، اقتدار کے استحکام اور قوانین کے نفاذ کی رسمی شکل ہے۔

قدیم بستی میں قوانین اور قیادت زیادہ لچکدار اور سماجی قبولیت پر مبنی تھے، جبکہ جدید ریاست میں قوانین تحریری، لازمی اور منظّم ہیں۔ قدیم بستی کا انسانی رشتہ محدود اور قریبی تھا، جبکہ جدید ریاست میں تعلقات وسیع اور پیچیدہ ہیں، جس میں فرد کا تعلق براہِ راست ریاست اور قوم سے جڑا ہوتا ہے۔

فکری اور عملی نتائج

جدید ریاست نے انسانی ترقی کو غیر معمولی وسعت دی۔ علم، تہذیب، معیشت اور تحفظ کے نئے امکانات پیدا ہوئے، مگر ساتھ ہی انسانی آزادی، سماجی انصاف اور فرد کی ذاتی حیثیت کے مسائل بھی نمایاں ہو گئے۔ یہ تضاد انسانی فکری اور سیاسی مباحث کا مرکز بن گیا، جو قدیم بستی کی محدود اور زیادہ ہم آہنگ زندگی سے جدید ریاست کی منظّم مگر پیچیدہ زندگی تک پہنچنے کے عمل کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

یہ باب واضح کرتا ہے کہ انسانی سماج کا ارتقاء ایک مسلسل عمل ہے، جس میں قدیم بستی کے اصول اور تجربات جدید ریاست کی بنیاد اور فکری رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ جدید ریاست میں اجتماعی نظام کی وسعت اور پیچیدگی نے انسانی زندگی کو نئے مواقع دیے، مگر ساتھ ہی نئے چیلنجز اور مسائل بھی پیدا کیے۔

اختتامیہ

انسان، ریاست اور مستقبل

انسان کی ابتدائی رہائش سے لے کر جدید ریاست تک کا سفر، ایک مسلسل ارتقائی عمل کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ سفر صرف مکانی یا جسمانی بقا کا نہیں بلکہ انسانی فکری، سماجی اور ثقافتی ترقی کا بھی عکاس ہے۔ ابتدائی غاروں اور عارضی ٹھکانوں سے لے کر مستقل بستیوں، شہروں اور بالآخر قوم-ریاست تک کا یہ سفر، انسانی شعور، ضرورت اور طاقت کے امتزاج سے گزر کر آیا ہے۔

اختتامیہ میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسانی تاریخ میں بستی اور ریاست محض رہائش یا انتظام کے مسائل نہیں بلکہ انسانی اجتماعی وجود، تعلقات، اخلاق اور اقتدار کی ضرورتوں کے ارتقائی مراحل ہیں۔ ریاست نے انسان کو تحفظ، ترقی اور علم کے مواقع فراہم کیے، مگر اس کے ساتھ سماجی تضاد، آزادی کی محدودیت اور طاقت کے ارتکاز کے مسائل بھی پیدا کیے۔ یہ تضاد انسانی تاریخ کا ایک مستقل عنصر رہا ہے اور آج بھی جدید سماج میں اس کے اثرات محسوس کیے جاتے ہیں۔

آنے والے زمانے میں ریاست اور انسان کے تعلقات کی نوعیت

مزید پیچیدہ ہو گی۔ تکنیکی ترقی، عالمی روابط، وسائل کی عالمی تقسیم اور سماجی تبدیلیاں اس تعلق کو نئے زاویوں سے متاثر کریں گی۔ تاہم انسانی سماج کی بنیادیں — اجتماعی ضرورت، تعاون، قانون، اور نظم — اسی ارتقائی سفر کے نتائج ہیں۔ یہ فکری اور عملی شعور قاری کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ انسانی معاشرتی ڈھانچے کے اصول اور نظریات کسی لمحاتی ضرورت کا نتیجہ نہیں بلکہ صدیوں کی تجرباتی اور فکری جدوجہد کا محصول ہیں۔

یہ کتاب، انسان، اس کی رہائش، اجتماع اور ریاست کے درمیان تعلق کو ایک جامع اور منطقی تناظر میں پیش کرنے کی کوشش ہے۔ اس کا مقصد محض تاریخی واقعات کی فہرست یا ریاستی نظریات کی تشریح نہیں بلکہ قاری کو انسانی سماج کے ارتقائی اور پیچیدہ نظام کو سمجھنے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ اگر قاری یہ سمجھ سکے کہ ریاست، قوانین اور معاشرتی ڈھانچے انسانی فکری اور عملی ضرورت کے ردعمل کے طور پر وجود میں آئے، تو یہ کتاب اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔

— مصنف یوسف خان آباخیل سدوزئی

-------- حوالہ جات ماخذ کتاب --------

1-ابن خلدون — مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ)
موضوع: سماج، عصبیت، ریاست کا ارتقاء
2-ڈاکٹر مبارک علی — تاریخ اور سماج
موضوع: سماجی تشکیل اور تاریخی شعور
3-ڈاکٹر مبارک علی — تاریخ کیا ہے
موضوع: تاریخ کا فکری و تحقیقی مطالعہ
4-سید ابوالاعلیٰ مودودی — ریاست و حکومت
موضوع: ریاست، اقتدار اور قانون
5-ڈاکٹر حمید اللہ — اسلامی ریاست
موضوع: ریاست کا تصور اور نظمِ حکومت
6-شاہ ولی اللہ دہلوی — حجۃ اللہ البالغہ
موضوع: سماجی ارتقاء اور قانون
7- شبلی نعمانی — الفاروق
موضوع: ریاست، نظم اور قیادت
8- شبلی نعمانی — سیرت النبی ﷺ (سماجی و ریاستی پہلو)
موضوع: سماجی تنظیم اور قیادت
9-ڈاکٹر توصیف احمد خان — فلسفہ؟ تاریخ
موضوع: تاریخ کا نظریاتی تجزیہ

10-ڈاکٹر محمد اسلم — انسانی تہذیب کا ارتقاء

موضوع: تہذیب، بستی اور سماج

11-ڈاکٹر جاوید اقبال — اسلامی تصورِ ریاست

موضوع: ریاست اور فرد کا تعلق

12-کے۔کے۔عزیز — برصغیر کی سیاسی تاریخ

موضوع: ریاستی تشکیل

13-اشتیاق حسین قریشی — برصغیر کی تاریخ

موضوع: سماجی و سیاسی ارتقاء

14-ڈاکٹر انور سدید — معاشرتی ارتقاء

موضوع: سماج اور انسانی رویے

15-ڈاکٹر سلیم اختر — سماجی فکر

موضوع: سماجی نظریات

16-حسن عسکری — ریاست اور تہذیب

موضوع: اقتدار اور تہذیبی اثرات

17-ڈاکٹر خالد علوی — سماجیات کا تعارف

موضوع: سماجی ڈھانچے

18-ڈاکٹر مجیب الرحمٰن — پاکستانی سماج

موضوع: جدید سماجی تشکیل

19-تھامس ہابز — لیوائتھان (اردو ترجمہ)

موضوع: ریاست اور طاقت

20- ژاں ژاک روسو — سماجی معاہدہ (اردو ترجمہ)

موضوع: اجتماع اور ریاست

21- کارل مارکس — تاریخی مادیت (اردو انتخاب)

موضوع: سماج اور طاقت

22- میکس ویبر — ریاست اور اقتدار (اردو ترجمہ)

موضوع: اقتدار کی نوعیت

23- اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ

موضوع: تاریخ، سماج، ریاست

24- قومی انسائیکلوپیڈیا اردو

موضوع: تہذیب، معاشرت، انسانی ارتقاء

یوسف خان آباخیل سدوزئی